62

# دین کو دُنیا پر مقدّم کرو

(فرمودہ ۳۱ / اکتوبر ۱۹۱۹ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ہر زمانہ کے لیے کچھ ابتلاء ہوتے ہیں۔ جن کی برداشت کئے بغیر اور جن کے نازل ہوتے بغیر اور پھر جن میں سے اپنے ایمان کو سلامت نکالنے کے بغیر کامیابی نہیں ہوسکتی۔ کسی زمانہ میں کوئی ابتلاء ہوتا ہے۔ اور کسی میں کوئی۔ متفرق طور پر متفرق ابتلاء آتے ہیں۔ کبھی ایسے کہ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے ملک میں فتنہ پڑا۔ کبھی ایسے جیسا کہ مسیح ناصری کے زمانہ میں ہوا کہ ایک قوم میں رہتے ہوتے اس سے جُدائی اختیار کرنی پڑی۔ کبھی حضرت موسیٰ کے زمانہ کی طرح کہ حکومت کے مظالم کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور کبھی رعایا کے اعتراضات حکومت پر کرنے کا فتنہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے وقت میں ہوا۔ لیکن ایک ابتلاء اس قسم کا ہے کہ وہ ہر نبی کے وقت میں آیا ہے۔ اور اب بھی جب کبھی دنیا میں کوئی تغیر ہوگا۔ ابتلاء پیش آئیگا۔ وہ ابتلاء دین اور دُنیا کا مقابلہ ہے۔ یعنی دُنیا کے مقابلہ میں دین کو مقدم کرنا۔ یہ ابتلاء ہر نبی کے زمانہ میں آیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں یہ ابتلاء آیا۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمان کے وقت میں یہ ابتلاء آیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں یہ ابتلاء آیا اور بالآخر ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں بھی یہی ابتلاء پیش آیا۔ پس یہ ابتلاء ہر نبی کے وقت میں آتا ہے کہ دین کو دُنیا پر مقدم کرو۔

ایک طرف دُنیا کی خوبصورتی اور محبوبیت ہوتی ہے اور وہ نقد بہ نقد محبوب نظر آتی ہے مگر اس کے مقابلہ میں دین ہوتا ہے اور دین کی خاطر اس کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ یہ بڑی آزمائش ہوتی ہے مگر جب تک ایک انسان اس میں سے نہ گزرے۔ وہ خدا کے پیاروں میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اسلام اس بات کی تعلیم نہیں دیتا کہ دُنیا کو کلی طور پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ تو ایک بدعت ہے۔ حضرت مسیح کی طرف اس تعلیم کو منسوب کیا جاتا ہے کہ تم جب دولت کو چھوڑ و گے۔ تو خدا کو پاؤ گے۔

پھر رہبانیت ہے۔ کہ شادی نہ کرنا۔ غسل نہ کرنا۔ مال نہ رکھنا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ یہ ایک بدعت ہے جس کی پوری نگہداشت ان لوگوں سے نہ ہوسکی[1] اب اسلام میں بھی یہ خیالات آگئے۔ اور بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ نہ تجارت میں ہاتھ ڈالنا چاہیئے۔ نہ زراعت میں۔ اور بعض نے یہاں تک ترقی کی۔ کہ اپنے آلہ تناسل کو بھی کاٹ دیا۔ یہ خیال بعض صحابہ کے دل میں بھی پیدا ہوگیا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی ابوذر غفاری تھے۔ ان کو ترک دُنیا میں یہاں تک غلو تھا کہ دوسرے صحابہ سے لڑتے پھرا کرتے تھے۔ پس یہ اسی زمانہ میں پیدا ہوگیا تھا۔ اس لیے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر عیسائیت نے ترک دُنیا کی تعلیم دی۔ تو مسلمانوں میں اس کا وجود نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام کی حفاظت کا خدا کی طرف سے وعدہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کو خداوند کریم نے محفوظ رکھا ہے لیکن بعد میں اس قسم کی حدیثیں بنالی گئیں۔ جن میں ترک دنیا پر زور دیا گیا ہے۔ پس وہ حدیثیں وہی تعلیم دیتی ہیں جو مسیح کی طرف منسوب کردہ تعلیم کے مطابق ہیں لیکن یہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔ باوجود اس کے ہم کہتے ہیں۔ ایک حد تک تمام مذاہب میں ترک دُنیا کی تعلیم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب دین و دنیا کا مقابلہ آن پڑے۔ تو ایک مومن کا فرض ہے اس وقت دنیا کو چھوڑ کر دین کو اختیار کرے۔

اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ بالکل دُنیا کو ترک کردو۔ بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ دنیا کماؤ۔ محنت کرو۔ لیکن جب دین و دُنیا کا مقابلہ آن پڑے۔ اُس وقت دین کو مقدم کرو۔ اور دُنیا کی پروا نہ کرو۔ بلکہ یہاں تک کہتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ علیحدہ علیحدہ ہوں۔ مثلاً کچھ ایسے ہوں۔ جو زراعت پیشہ ہوں۔ بعض لوگ تجارت کریں اور بعض سیاست میں پڑ جائیں۔ اور جو علماء۔ اور صوفیاء ہوں۔ وہ بالکل دُنیا سے علیحدہ ہوکر دین کی خدمت کریں پس یہ بات تمام مذاہب میں ہے۔ اور یہاں تک ہونا چاہیئے۔ مگر جن مذاہب نے عام طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ سب کے سب دُنیا سے قطع تعلق کرلیں۔ انہوں نے غلطی کی ہے۔ اسلام کی عام تعلیم یہ ہے کہ دین و دنیا کے مقابلہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ اور اس وقت تمہاری دنیا کی محبت سرد ہوجانی چاہیئے۔

اس زمانہ کے مصلح۔ مامور اور امام نے اس بات کو شرائط بیعت میں داخل کیا ہے کہ دین کو دُنیا پر مقدم کرو۔ پہلے دُنیا میں اسقدر ترقی نہیں ہوئی تھی۔ نہ پہلے قوموں میں اس قدر میل ملاپ تھا۔ نہ تمدن میں اس قدر وسعت تھی نہ تجارتی تعلقات ایسے قائم تھے نہ اس قدر ایجادات تھیں۔ نہ اتنا کپڑا تھا نہ اسقدر غلہ پیدا ہوتا تھا۔ آج دُنیا کے دل بہلانے کیلئے ہزاروں سامان نکل آتے ہیں مگر اسوقت کے دل بہلاؤ کے سامان کشتی اور گھوڑے دوڑانے تک محدود تھے اب کئی قسم کے باجے اور کئی قسم کی کھیلیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اور ہزاروں تھیٹر قائم ہیں۔ اور شب و روز لوگ

---

[1] الحدید ۲۸

ان میں محو رہتے ہیں۔ یہ تو وہ کھیل ہیں۔ جو اجتماع سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن گھروں میں بھی اس قسم کے سامان موجود ہیں۔ مثلاً فونو گراف۔ گراموفون۔ یہ تمام دل بہلانے کے ذریعے اور عیاشی کے سامان ہیں۔ لباسوں میں ترقی ہوئی ہے۔ مکانوں میں وسعت ہے۔ کھانوں میں زیادتی ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ لوگوں نے انگور کا نام سُنا ہوا تھا۔ مگر اب گاؤں گاؤں کے لوگ انگور کھاتے ہیں۔ اس وقت ایسے علاقے تھے جہاں گیہوں نہ پیدا ہوتا تھا، لیکن آج یہ حالت ہے کہ دُنیا کے پرلے سرے کی چیز ایک گاؤں میں میسّر آسکتی ہے۔ پنجاب کا ایک صوبیدار گزرا ہے۔ راجپوت اس پر بہت فخر کرتے ہیں۔ اور وہ اکبر کی طرف سے پنجاب کا گورنر تھا۔ جب کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔ اس کی ماں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ انگور کھائے۔ وہ ایک گاؤں کے رہنے والی تھی۔ اور اس کا خاوند ایک زمیندار تھا حیران ہوا۔ انگور کہاں سے لائے۔ اس وقت یہ خیال تھا کہ اگر حاملہ کو وہ چیز نہ دی جاتے جس کی اسے خواہش ہو تو حمل گر جاتا ہے۔ اس کا خاوند تلاش میں تھا کہ انگور مل جائیں، اتنے میں اُسے معلوم ہوا کہ کابل سے ایک قافلہ دِلّی بادشاہ کے لیے میوے لیے جا رہا ہے۔ وہ شخص اس کے پاس گیا اور کہا کہ میری بیوی حاملہ ہے اور اس کی خواہش ہے کہ اسے انگور دیئے جائیں۔ میرِ قافلہ نے کہا کہ میں بلا قیمت انگور اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم لکھ دو کہ اگر تمہارا یہ بچہ حاکم ہوا تو ہمارا محصول معاف کر دیگا اس نے کاغذ لکھ دیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے اس نے جواب دیا۔ کہ یہ عورت جنگل میں ہے اس کے دل میں جو خواہش پیدا ہوئی ہے۔ یہ اس کی نہیں۔ بلکہ اس بچہ کی ہے۔ جو اس کے شکم میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ بڑا آدمی ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ حاکم ہوا تو اس نے محصول معاف کر دیا۔

تو کوئی تو وہ زمانہ تھا کہ اس طرح خوش نصیبی کے فال نکالتے تھے۔ آج ایک ایک پیسہ کے انگور بکتے ہیں۔ اور لوگ کھاتے ہیں۔ غرض دُنیا کی ہر چیز ترقی پر ہے اور دُنیا اپنی تمام خوبصورتیوں کے ساتھ آگئی ہے پہلے ایک ادنیٰ مکان اور معمولی غذا اور موٹے لباس پر گزارہ ہوتا تھا۔ اس وقت آسان تھا کہ لوگ دُنیا کی بجائے دین کو اختیار کریں۔ مگر آج لوگوں کی یہ حالت نہیں۔ اب لوگوں کو محنت برداشت کرنا ناممکن ہے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود نے اس بات کو شرائط بیعت میں داخل کر دیا۔ کیونکہ اب محال تھا کہ لوگ دُنیا کو دین کے مقابلہ میں مفید خیال کریں، لیکن کوئی شخص کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دین کے حقیقی منشاء کے ماتحت دُنیا کو دین کے مقابلہ میں نہ چھوڑے۔

جب تک جماعت کے افراد میں یہ خیال اور جذبہ پیدا نہ ہوگا۔ اس وقت تک حقیقی ترقی حاصل نہ

ہوگی۔ پس چاہیئے کہ کسی کے لیے دین کے موقع پر دُنیا روک نہ ہو۔ آج تو لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جنگ کے موقع پر بھی یہ بات نہ تھی۔ وہاں تو جنگ میں جاتے وقت اگر کوئی عذر کرتے کہ ہمارا گھر بے پناہ ہے تو مسموع نہ تھا[1] لیکن یہاں ایک شخص عشاء کی نماز میں نہیں آتا۔ پوچھا جائے۔ تو جواب ملتا ہے کہ بیوی اکیلی ہے اور ڈرتی ہے۔ نماز میں کیوں نہ آئے۔ دوکان کے بند ہونے سے گاہک واپس چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسری باتوں میں سُستی ہے۔ اور بہت تھوڑے ہیں۔ جو دین کے کام کی اہمیت کو خیال میں لاتے ہیں۔ چاہیئے یہ کہ ہر جگہ دین مقدم ہو۔ جب تک یہ حالت نہ ہو۔ حالت خطرناک ہے۔ اس لیے مَیں جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ خدا تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اور احمدیت کا پھل چکھنا چاہتے ہیں۔ تو دین کو دُنیا پر مقدم کریں۔ اور دُنیا کو دین کے ماتحت کر دیں۔ اور اگر یہ نہیں کرینگے۔ تو ان کے احمدیت اور اسلام کے دعوے فضول ہونگے۔

پس جب تک اسلام اور احمدیت کا حقیقی ادب نہ کیا گیا۔ اس وقت تک یہ سمجھنا کہ ہم احمدی ہیں یہ تمام فضول خواہشیں ہونگی۔ کیونکہ جب تک عمل نہیں کیا جائیگا۔ کوئی کامیابی نہیں ہوگی۔

(الفضل ۲۲؍ نومبر ۱۹۱۹ء)

---

[1] الاحزاب: ۱۴